OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

معاصر اسلامی بینکاری کی شرعی بنیادیں: سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک مطالعہ

A *Sharīah* Perspective of Contemporary Islamic Banking: An Analytical Study in the light of *Sīrah*

Dr Ayesha Jadoon

Lecturer in Islamic studies NUML, Islamabad

Dr Sadna zeb

Assistant Controller Examination, Women University Swabi

Dr Oumar Saleem

Assistant professor, School of Management sciences, GIK, Topi

Abstract

Islam, a complete code of life deals with every aspect of life and ensures success for its followers both in this world and in the hereafter. Islam gives balanced economic system and prohibits illegitimate ways of earning and usury/interest. Islamic economic system is discussed almost in 80 verses of the Holy Quran. Muslim jurists have streamlined the terms and conditions for Islamic Banking but annual reports of the banks show their failure in compliance with the Islamic rules which consequently decreases the trust of the people in Islamic banking but it doesn't mean that this system has drawbacks but the mechanism for the practical implementation of the Islamic rules needs revision, supervision and monitoring in a strict manner. This paper appraises the contemporary Islamic Banking in the light of Seerah.

Key Words: Islamic, economics, interest, banks

تمہید

اسلامی بینکاری کا تصور تقریبا نصف قرن سے بھی زیادہ پرانا ہے۔اس وقت دنیا میں 200 سے زائد ادارے ہیں جو اسلامی معاشیات سے متعلق ہیں۔یہ مشرق وسطی اور دیگر علاقوں میں موجود ہیں۔یہ بینک، سوسائٹی اور کمپنیوں کی صورت میں موجود ہیں۔سودی نظام بینکاری کے خلاف طویل عرصے سے اقتصادی ماہرین اس کوشش میں ہیں کہ اسلام کا رنگ معاشیات پر غالب

CC BY

آ جائے۔اور سودی نظام سے نجات بھی حاصل ہو۔لیکن قانونی طور پر جب 1999 میں سپریم کورٹ نے بینکوں میں جاری طریقہ کار کو حرام قرار دے دیااور یہ فیصلہ دیا کہ 30جون 2001تک سودی بینکاری کو ختم کیاجائے۔تواس کے بعد فقہاء کرام، معیشت کے ماہرین اور مفتیان کرام مزید تندہی سے اس سلسلے میں مصروف ہو گئے کہ کیسے اس سودی نظام کو اسلامی اصولوں میں ڈھال کر سود سے پاک اور حلال کر دیا جائے۔جدید مسائل میں فقہاء کرام کا اختلاف رائے رکھنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ایساہی معاملہ اسلامی بینکاری کے سلسلے میں بھی ہوا۔جہاں چند حضرات نے سودی بینکاری کا متبادل نظام دینے کی کوشش کی اور اسلامی اصولوں کے تناظر میں جدید بینکاری کو ڈھالنے کی کوشش کی تو دیگر فقہاء نے اس کی مخالفت کر دی کہ محض نام بدل دینے سے اصل بدل تو نہیں جاتی۔اس معاملے میں اگر انصاف سے کام لیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جانبین برحق ہیں ان میں سے کسی کو بھی قطعاغلط کہنا درست نہیں ہے۔کیونکہ جانبین کے استدلالات قرآن و سنت سے مستعین و مستنبط ہیں۔زیر نظر مقالے میں معاصر اسلامی بینکاری کی شرعی بنیادوں کا تجزیہ سیرت کی روشنی میں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

معیشت کسی بھی قوم کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔حضرت ابراہیمؑ کی دعاجو قرآن کریم میں مذکور ہے اس حقیقت پر شاہد ہے کہ معیشت کا کردار کسی قوم کی بقاء کے لیے کس قدر اہم ہے۔انہوں نے اللہ رب العزت سے التجا کی:"وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلاً ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ"[1]"اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے التجا کی اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں میں سے عطا کر جو کوئی ایمان لائے اللہ اور آخرت کے دن پر فرمایا اور جو کوئی انکار کرے تو میں اس کو تھوڑا فائدہ دوں گا پھر اس کو آگ کے عذاب کی طرف کھینچ لوں گا اور وہ برا ہے ٹھکانہ"

حضرت ابرھیمؑ نے اللہ سے امن مانگنے کے ساتھ ہی معیشت کے قیام کی دعا بھی فرمادی۔قرآن کریم میں تقریبا80 کے قریب ایسی آیات موجود ہیں جو کہ معاشی معاملات سے متعلق ہیں اور قرآن کریم کی طویل آیات میں سے ایک آیت لین دین،معیشت اور کامرس سے متعلق ہے:"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلاَ يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ .....الخ".[2]"اے ایمان والو جب تم آپس میں لین دین کا معاملہ کسی متعینہ مدت کے لیے کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تم میں سے کوئی لکھنے والا انصاف سے لکھ لیا کرے اور لکھنے والا انکار نہ کرے لکھنے سے جیسا کہ اس کو اللہ نے سکھایا ہے۔۔۔الخ"اسلامی معیشت درحقیقت ان اصولوں اور احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے جن پر معاشی معاملات،لین دین کے مسائل کا مدار ہے۔تاکہ حلال حرام کے متعین دائرے کے اندر رہ کر ایسے معاملات کیے جائیں جو انسان کے لیے ذہنی آسودگی اور اطمینان کا سبب ہوں۔اور معاش کے مسائل سے اطمینان پاکر اللہ کی جانب سے عائد کردہ ذمہ داریوں سے بطریق احسن سبکدوش ہو سکے۔اللہ رب العزت قرآن میں فرماتے ہیں:"وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا"[3]"اور اپنا نصیب دنیا میں سے نہ بھولو"

اسلامی معیشت دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی مخالفت کرتی ہے۔اس کے ضروری ہے کہ پہلے ان اصطلاحات سے واقفیت حاصل ہو جائے جنکا علم اسلامی معیشت کے لیے ضروری ہے جیسے:مالک حقیقی: قرآن کریم اس سلسلے میں بڑے واضح الفاظ میں کہتا ہے

کہ اللہ ہی مالک حقیقی ہے۔ اور تمام چیزوں کا مالک اس نے عارضی طور پر انسان کو بنایا ہوا ہے۔" لِلَّهِ ما فِي السَّماواتِ وَمَا فِي الأَرْضِ"[4] "اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے"

جہاں تک انسان کی ملکیت کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر انسان محنت کرتا ہے۔ اپنی محنت اور جدوجہد کے نتیجے میں وہ جس چیز کو بھی حاصل کرے گا اس کا مالک بھی بن جائے گا۔ یعنی اس سے مکمل فائدہ شریعت کے متعین دائرے کے اندر رہ کر حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس سلسلے میں کسی قسم کا امتیاز شریعت روا نہیں رکھتی بلکہ بنی نوع انسان سب کے سب اللہ کے پیدا کردہ وسائل سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور جو مال و دولت اس دنیا میں کمائے گا اس کے لیے بھی شریعت میں ضابطہ ہے کہ وہ طویل عرصے تک انسان کے پاس نہیں رہے گا بلکہ اس کے مرتے ہی ورثاء کو منتقل ہو جائے گا۔ اس کے لیے وراثت کا تفصیلی قانون سورۃ نساء میں موجود ہے۔ اگر ورثاء موجود نہ ہوں تو وہ مال ہونہی بیکار نہیں جائے گا بلکہ بیت المال میں چلا جائے گا اور عوام کی حاجات و بہبود کے لیے خرچ کیا جائے گا۔ انسان کی حیثیت اس دنیا میں خلیفہ کی ہے جو اپنے آقا کے حکم کو اس کے متعین کردہ اصولوں کے مطابق نافذ کرتا ہے۔ معیشت کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے وسائل اور دولت کو برابر سرابر تقسیم نہیں کیا بلکہ اس بارے میں قران کہتا ہے:"أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ"[5] "کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کر رہے ہیں، ہم نے ان کے درمیان ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور بعض کو بعض پر فوقیت عطا کی تاکہ بعض دوسروں کو ماتحت بنا سکیں اور آپ کے رب کی رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں،" تو معلوم ہوا کہ ایک دوسرے سے زیادہ دولت کما سکتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام یہ درس بھی دیتا ہے کہ جو زیادہ کما رہا ہے وہ زائد مال اللہ کے راستے میں ضرورتمندوں پر خرچ کرے:"يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ"[6]" آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے جو تم خرچ کرو مال میں سے پس وہ والدین کے لیے ہے اور قریبی رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور مسکینوں کے لیے اور مسافروں کے لیے اور جو بھی تم نیکی کا کام کرو گے اللہ اس سے خوب واقف ہے۔" معاشی میدان میں پیداوار، تقسیم اور استعمال وغیرہ مختلف مراحل ہوتے ہیں۔ قرآن نے بڑی وضاحت سے کاروبار کو تو حلال قرار دیا ہے لیکن سود کو صراحتا حرام قرار دیا ہے:"أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا"[7]"اللہ نے تمہارے لیے تجارت کو حلال اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔" آپ ﷺ نے صادق و امین تاجر کے بارے میں فرمایا کہ وہ عرش کے سائے تلے ہو گا۔

"عن أبي سعيد: عن النبي صلى الله عليه و سلم قال التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء"[8] "حضرت ابو سعید سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا سچا، امانت دار تاجر انبیاء اور سچوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔" شریعت اسلامیہ عبادات، معاملات، آداب، اعتقادات اور عقوبات سے متعلق تفصیلات بڑی وضاحت سے بیان کرتی ہے۔ گویا زندگی کے تمام پہلوؤں سے شریعت مخاطب ہے اور ان کے لیے اصول بھی متعین کرتی ہے۔ اگر تجارت، کاروبار یا لین دین کو دیکھیں تو یہ شریعت کی اس شاخ سے متعلق ہیں جو معاملات پر مبنی ہے۔ قرآن و سنت سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ اگر کسی معاملے کی واضح پابندی یا حرام ہونا صریح نہیں تو وہ معاملہ کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی معیشت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سود، غرر (دھوکہ دہی)، میسر (جوا) اور غیر قانونی اشیاء کی تجارت کی ممانعت ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات اور احادیث مبارکہ سود کی حرمت کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں۔ اگر دوسرے مذاہب کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سود کی ان کی تعلیمات میں بھی شامل ہیں۔ جیسے یہودیت، عیسائیت اور ھندومت میں بھی ہمیں اسکی ممانعت ملتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض سیکیولر قوموں میں بھی اسکی نظیر ملتی ہے۔ جیسے ڈنمارک میں 1931 میں 'JAK' سود سے پاک سیونگ اور قرضہ سسٹم متعارف کروایا گیا[9]۔

اسلامی معیشت اور اس کے ارتقاء پر ایک نظر

650ھ-750ھ

اسلام کے ظہور کے وقت سودی نظام معیشت ہی چل رہا تھا۔ مکہ و مدینہ کے تاجر اپنی معاشی ضروریات کو اسی سودی نظام سے پورا کرتے تھے۔ اسلام کے آجانے کے بعد معاشی نظام میں بڑی تبدیلی آگئی۔ سود کا خاتمہ کر دیا گیا اور سے پاک معاشی معاملات کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ نظام دنیا کے مختلف ممالک تک پہنچ گیا۔ اسلامی نظام معیشت میں بیت المال قومی خزانے کی حیثیت سے غریب، بے سہارا اور نادار شہریوں کی کفالت کا ذریعہ تھا۔ مسجد نبوی کو آپ ﷺ کے دور میں قومی خزانے کی حیثیت حاصل تھی۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں باقاعدہ بیت المال کا نظام چلایا اور اس کے ذرائع آمدن زکوۃ، عشر، خراج، جزیہ، کسٹم ڈیوٹی اور عطیات تھے۔ بل آف ایکسچینج (bill of exchange) اور چیک (cheque) بھی اسلام کے ابتدائی دور میں موجود تھے۔ جیسے حضرت ابن عباس کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے جب ورق (چاندی میں ڈھلے ہوئے سکے) وصول کیے تو کوفہ میں رسید بھیجی۔ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر نے مکہ میں نقد رقم وصول کی اور اپنے بھائی کو جو عراق میں مقیم تھے چیک لکھ بھیجا انہوں نے ان دو آدمیوں کو عراق پہنچنے پر رقم کی ادائیگی کر دی۔ سیف الدولہ الھمدانی اسلامی بینکنگ کے غالباوہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے چیک کا استعمال کیا۔

(750-1900م) پر ایک نظر

اگر اس دور کی معیشت پر نظر ڈالنا چاہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کم قسمتی سے ہمیں مکتوب حالت میں اسکے بارے میں معلومات نہیں ملتی ہیں کہ اسلامی معیشت نے کیسے کیسے ارتقاء کی منازل طے کیں۔ خلافت عثمانیہ میں معاشی حالات اور ہندوستان میں مغل دور حکومت میں معیشت اور دمشق میں اقتصادی حالات کے بارے میں تحریری تفصیلات تو نہیں ملتی ہیں لیکن اس دور میں بلا شبہ علاقائی، قومی اور بین الاقوامی تجارت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ اور روم، تیونس، ترکی، ہندوستان اور سماٹرا تک تجارتی میدان پھیل چکا تھا۔ او اس دور میں مشارکہ، صکوک، سقتیجہ، بیع الوفاء اور بیع النقود یہ تمام اصطلاحات پر بھی عمل ہوتا تھا۔

انیسویں صدی اور اسلامی معیشت

انیسویں صدی کے آغاز میں صنعت و حرفت کے میدان میں جو انقلاب برپا ہوا اس کے نتیجے میں سودی بینکاری نے وسعت اختیار کی۔ اور اس زمانے میں ہی مسلم فقہاء نے اس امر کو شدت سے محسوس کیا کہ اس کا متبادل نظام لانے کی اشد ضرورت ہے۔ ہندوستان میں 1890 میں سود سے پاک قرضوں کی فراہمی کے لیے ایک ادارہ قائم ہوا۔ پھر انہی کوششوں کے نتیجے میں 1923 میں حیدر آباد میں ایک ادارہ انجمن امداد باہمی قرضہ بلا سود 'interest free credit society' قائم کی گئی۔ انہی کوششوں سے 1950 میں پاکستان میں ایک لوکل اسلامی بینک قائم کیا گیا۔ اس میں مضاربہ اور وکالہ کی بنیادوں پر معاملات

ہوتے تھے۔ 1963 میں مصر میں احمد النجار نے شرعی اصولوں کے مطابق ایک ادارہ قائم کیا۔ اسکو پہلا ماڈرن اسلامی بینک قرار دیا گیا۔ اسی دور میں ملائیشیا میں یہ کوشش تیز کی دی گئی کہ مسلمانوں کے لیے حج کی ادائیگی کے لیے بلا سود سیونگ سکیم کا اجراء کیا جائے۔ پھر اس سکیم کو حج کے انتظامی امور اور فنڈ بورڈ میں شامل کر دیا گیا[10]۔ اس کے ساتھ ساتھ اس پر مزید بھی کام جاری رہا اور 1971 میں مصر میں ناصر سوشل بینک قائم کیا گیا۔ یہ پہلا سود سے پاک ریاستی تعاون سے قائم ادارہ تھا[11]۔ اس کے بعد 1975 میں دبئی اسلامی بینک اور اسلامی ترقیاتی بینک قائم کیے گئے۔[12] اس میدان میں مسلم سکالرز نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ چھوڑا۔ اور پوری محنت سود سے پاک متبادل نظام کے لانے میں صرف کر دی۔ 1977 میں اسلامی انویسٹمنٹ کمپنی قائم کی۔ اس میدان میں تحقیق کو ترقی دینے کے لیے پہلا خصوصی تحقیقاتی ادارہ جس کا نام 'The centre for Research in Islamic economics, king Abdul Aziz University, Jeddah' رکھا گیا۔ 1980 میں اسلامی معیشت کی انڈسٹری نے تیزی سے پھلنا پھولنا شروع کر دیا۔ اسی دور میں اسلامی معیشت پر تحقیقی کام میں بھی پیش رفت ہوئی تین مسلم ممالک پاکستان، ایران اور سوڈان میں معیشت سے متعلق آئینی تحفظ اور عام بینکاروں کو اسلامی اصولوں کے مطابق بینکاری کی دعوت دی گئی۔ اسی دور میں پاکستان، سوڈان اور ایران نے ایسے بینک چلائے جو صرف اسلامی بینکاری کے مطابق تھے۔ جبکہ ملائیشیا، متحدہ عرب امارات، کویت اور بحرین نے بیک وقت اسلامی اور غیر اسلامی دونوں طریقوں کو ترویج دی۔[13]

اسلامی بینکاری اور مغرب

اسلامی بینکاری مغربی ممالک میں بھی پھیل گئی۔ جنیوا میں 1981 میں 'دار المال الاسلامی' قائم کیا گیا[14]۔ اسلامی بین الاقوامی بینک ڈنمارک 1982 میں قائم ہوا۔ اور 1983 میں اسلامی فائننس ہاوس لندن میں قائم ہوا۔

2000 اور مابعد

اس عرصہ میں اس میدان میں کافی ترقی ہوئی۔ 2001 میں بین الاقوامی فائنینشل مارکیٹ کا قیام عمل میں آیا۔ International Islamic Financial Market (IIFM) اکائوٹنگ اور آڈٹ کے لیے ادارے قائم کیے گئے۔ بورڈ اور ریٹنگ ایجنسیوں کا قیام 2002 میں عمل میں لایا گیا۔ ان سب اداروں اور اس سے متعلقہ دیگر اداروں کے قیام کا مقصد بھی یہی تھا کہ قانون سازی، سرپرستی، اصول و قواعد کی تعیین اور شریعت کے اصولوں کے مطابق بینکاری کی جائے۔ جو کہ معاصر معیاروں سے متصادم بھی نہ ہو۔

دنیا میں چونکہ مختلف اسلامی بینک کام کر رہے ہیں اور ہر بینک کا اپنا ایک شریعہ بورڈ ہوتا ہے جو کہ علماء کرام پر مشتمل ہوتا ہے۔ جدید دور میں بہت سے ایسے مسائل سامنے آتے ہیں جن کے بارے میں نص موجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے معاملات میں اتفاق رائے ہونا تو مشکل ہوتا ہے۔ جیسے ایک بنک کا شریعہ بورڈ کسی مسئلہ کو جائز قرار دیتا ہے اور دوسرے بینک کا بورڈ اسی مسئلے کو ناجائز قرار دے دیتا ہے۔ اب اگر دو بینک آپس میں معاملہ کرنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس مقصد کے لیے 'مجلس المعاییر الشرعیۃ' قائم کی گئی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ ایسے معیار بنائے جائیں جو سب اداروں کے لئے یکساں طور پر نافذ العمل ہوں۔ اس کا نام 'المجلس الشرعی' رکھا گیا۔ اسکا مرکزی دفتر بحرین میں ہے اور اسکا اجلاس ہر چھ ماہ کے بعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بالترتیب ہوتا ہے۔ وہ 20 علماء کرام جو مختلف اسلامی بینکوں میں شریعہ بورڈ کے ارکان ہیں ان کی نمائندگی ہوتی

ہے۔ یہ مجلس اس بات کا بھی جائزہ لیتی ہے کہ کس معاملے میں کیا معیار ہونا چاہیے۔ انکی جو پہلی جلد شائع ہوئی ہے اس میں 30 سے زیادہ معیار لکھے گئے ہیں کہ مضاربت، مرابحہ اور اجارہ وغیرہ میں کن کن احکام کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

اسلامی بینکاری میں لفظ اسلامی کے سابقے کی وجہ

موجودہ دور میں بینکوں کے ساتھ جو اسلامی کا سابقہ لگایا جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اسلامی فقہ میں جو کتاب البیوع ہے اس میں سے چھ دفعات کو اسلامی بینکاری کے لیے اختیار کیا گیا ہے جن میں

1: مشارکہ

2: مضاربہ

3: اجارہ

4: مرابحہ

5: سلم

6: استصناع

لیکن عملی طور پر اس وقت اسلامی بینکوں میں دو طریقے ہی استعمال کیے جارہے ہیں ایک اجارہ اور دوسرا مرابحہ۔

اسلامی بینکاری پر وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کے ممکنہ جوابات

اسٹیٹ بینک سراسر سودی نظام؟؟؟؟

اسلامی بینکاری پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان میں سر فہرست یہ اعتراض ملتا ہے کہ تمام بینک بشمول اسلامی بینک اسٹیٹ بینک کے ماتحت ہیں اور اسٹیٹ بینک تو سودی نظام پر پر مبنی ہے اس میں اسلامی بینکاری کا کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اسٹیٹ بینک تو سرپرستی کرتا ہے۔ لیکن اگر ہم اسٹیٹ بینک کی ویب سائیٹ کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ وہاں دو طرح کے طریقہ کار میسر ہیں۔ ایک: غیر سودی بینکوں کے لیے الگ نظام، شعبہ و قواعد ہیں جبکہ دوسری جانب سودی بینک کے لئے الگ طریقہ کار موجود ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ اسٹیٹ بینک تو مطلقا سودی بینکاری پر چل رہا ہے درست نہیں ہے۔

ایک تلخ حقیقت

لیکن اس میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ 2013 تک اسٹیٹ بینک کے ریکارڈ کے مطابق اسلامی بینکاری والے کمرشل بینکوں بھی اپنے اپنے ریکارڈ جمع کروائے اس میں اسلامی بینکاری کی کوئی علیحدہ تقسیم نہیں تھی۔ گویا یہاں بھی علیحدہ حساب کتاب موجود نہ تھا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ بینکوں نے دی گئی ہدایات پر عمل نہیں کیا۔

کیا اسلامی بینکاری محض ایک حیلہ؟؟؟

ایک اور اعتراض جو عام طور پر کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی بینکاری محض ایک حیلہ ہے اور نام بدلنے سے اصل تو نہیں بدل سکتا یعنی اسلامی کا نام دینے کے باوجود بھی بینکاری غیر اسلامی ہی رہے گی۔ اور اسلامی بینک میں مرابحہ کے حیلے کے ذریعے ربح پر افٹ کے نام سے ادا کیا جائے گا۔ اور بینک جو قیمت وصول کرے گا وہ لیزنگ کی سروس کے نام سے وصول کرے گا۔ گویا یہاں بھی سود ہی کو نام بدل کر استعمال کیا جاتا ہے۔

اس کا ممکنہ جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ حیلہ تو اس صورت میں ہوتا ہے جب اصل مقصد تو کچھ اور ہو اور اس کے بجائے کوئی اور عقد کر لیا جائے۔ بینکوں میں تو مرابحہ ہی ہوتا ہے جسکو حیلہ کہا جا رہا ہے۔ مرابحہ اس چیز پر ہو گا جو کوئی شخص خریدنا چاہتا ہے جیسے کوئی شخص بینک کے پاس آئے اور کہے کہ میں روئی خریدنا چاہتا ہوں میرے پاس پیسے نہیں ہیں تو بینک والے اسکو یہ جواب دیں کہ ہم آپکو پیسے دینے کے بجائے روئی خرید کر دینگے اور آپ اتنے پیسے مع منافع ہمیں دینگے۔ اس موقع پر اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ سودی اور غیر سودی بینک کے درمیان اسی بات کا فرق ہے کہ اسلامی بینک والے اس بات کو مد نظر رکھتے ہیں کہ آنے والا شخص واقعی کوئی چیز خریدنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور چیز بھی ایسی ہو جو بینک کی ضمان میں آسکتی ہو اور بینک اس ضمان کو قبول بھی کرتا ہو۔ جبکہ سودی بینک اس بات کو شرط نہیں ٹھراتا کہ گاہک نے واقعی کوئی چیز خریدنی ہے۔

بینکوں میں رائج مرابحہ پر ایک اعتراض

اسی طرح ایک اور اعتراض اسی سلسلے میں یہ کیا جاتا ہے کہ مرابحہ اور مئوجلہ کو ملا کر معاملہ تو سودی بینک کی طرح ہی ہو گیا پھر اسکو اسلامی کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب بینک والے مطلوبہ چیز خرید کر گاہک کو ادھار دیتے ہیں تو ادھار کی [15] وجہ سے اسکی قیمت زیادہ ہو گی۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ فقہ میں اسکو بیع بالاجل یا مرابحہ کہتے ہیں۔ اور مرابحہ مئوجلہ بھی کہتے ہیں۔ یہ اعتراض کہ حیلہ سے مرابحہ اور مئوجلہ کو اکھٹا کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت موجود ہے۔ اسی طرح اگر ائمہ اربعہ کے مسالک کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب حضرات بیع بالاجل کے جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ ادھار کی وجہ سے منافع لینا درست ہے۔ [16] اسی طرح اس کی صحت پر استدلال سیرت نبوی سے بھی کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں جب کوئی ادھار پر بیع کرتا تھا۔ اور ادھار کی وجہ سے منافع لیا جاتا تو آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی لیکن جب وہ شخص مقررہ مدت تک پیسے ادا نا کر سکتا تو اس کو کہتے تھے 'اما ان تقضی واما ان تربی' یعنی یا تو پیسے دو یا پھر قیمت بڑھا دو آپ ﷺ نے اسکی ممانعت فرمائی اس پر مشرکین کہنے لگے کہ 'انما البیع مثل الربا' کہ پہلی بیع میں ہم اجل کیوجہ سے پیسوں میں اضافہ کرتے ہیں اسکو تو آپ جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن جب وہ وقت پر ادائیگی نہیں کر سکتا اور ہم مزید رقم میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کو آپ ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ ربا (سود / اضافہ) حرام ہے تو بیع بھی حرام ہوئی۔ اس پر اللہ نے یہ آیت اتاری وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا [17]

اس پر ایک مشکل

اگرچہ مرابحہ مئوجلہ شرعی اعتبار سے تو درست ہے لیکن جب بینکوں کے نظام کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سودی بینک تو ادھار کی بروقت ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں ہر دن کے حساب سے سود میں اضافہ کرتے جاتے ہیں لیکن اسلامی بینکوں میں تو مرابحہ پر منافع متعین ہوتا ہے اور لوگ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ادائیگی میں جان بوجھ کر سستی سے کام لیتے ہیں کہ آج ادا کریں یا سال بعد دینی تو ایک ہی رقم ہے اس سے بینکوں کو بہت نقصان ہوتا ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے عرب علماء نے تو اس آیت کے پیش نظر وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ [18] کہ تنگی والوں کو مہلت دی جائے آسانی ہونے تک۔ یہ فتوی دیا کہ جو فی الواقع تنگدست ہے اسکو تو مہلت دی جائے لیکن جو جان بوجھ کر ٹال مٹول کر رہا ہے وہ ہرجانہ دے۔

اس میں ایک مسئلہ یہ ہوا کہ جو ہرجانہ وصول کیا جائے گا اس کی شرح کیسے متعین ہو گی؟ اس پر بعض حضرات نے جن میں جناب مصطفی الزرقاء اور دیگر حضرات شامل ہیں انہوں نے یہ حل تجویز کیا کہ فرض کریں اگر کوئی شخص بینک کے اکائونٹ میں اتنے پیسے رکھتا اور اس پر جو منافع ہوتا اتنا اس سے ہرجانہ وصول کیا جائے گا۔

مسئلہ جوں کا توں برقرار

اس تجویز سے بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا کیونکہ یہ تو وہی بات ہے کہ 'اما ان تقضی واما ان تربی' یعنی یا تو پیسے ادا کرو یا پھر قیمت بڑھادو۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلے کے حل کے لیے بھی فقہاء کو مل بیٹھنے کی ضرورت ہے۔

خروج عن المذھب ایک ممکنہ حل

فقہ مالکیہ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ اگر کوئی شخص مقررہ وقت میں قرضہ واپس نہ کر سکے تو وہ اتنے ہی پیسے اللہ کے راستے میں صدقہ کر دے۔ اگرچہ دیانۃ سب فقہاء اسکو جائز قرار دیتے ہیں لیکن قضاءا یہ نافذ ہو سکتا ہے یا نہیں تو اس میں مالکیہ کے ہاں دو قول ملتے ہیں ایک اثبات کا اور ایک نفی کا۔ اگرچہ یہ بظاہر اس مسئلے کا حل ہے لیکن بینکوں کی سطح پر تو نہیں ہے کیونکہ اس سے بینکوں کو تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ آیا اس حل کو حنفی مسلک والے لے سکتے ہیں یا نہیں؟ 'مجلس تحقیق مسائل حاضرہ' نے اسکو خرابی کے سدباب (یعنی بروقت ادائیگی نہ کرنا) کے لیے ایک حل کے طور پر اختیار کرنے کی اجازت دی ہے اسی طرح 'مجمع الفقہ الاسلامی' نے بھی اس پر عمل کی اجازت دی ہے۔

اس ممکنہ حل پر مزید سوال

اس حل پر مزید ایک سوال سامنے آیا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ اس شخص نے واقعی صدقہ کیا یا نہیں؟ اس کے لیے 'مجلس تحقیق مسائل حاضرہ' نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر بینک ایک تصدق فنڈ قائم کرے۔ جسکا تعلق بینکوں کی آمدنی سے تو نہ ہو لیکن وہ خیراتی کاموں میں خرچ کیا جائے۔ بینکوں نے یہ فنڈ قائم بھی کر دیئے لیکن اس پر پھر یہ اعتراض ہوا کہ صدقہ تو ایک نفلی عبادت ہے اس پر کسی کو مجبور تو نہیں کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ اس میں یہ بھی تھا کہ کیا بینک واقعی اس امر کو ملحوظ رکھ سکیں گے کہ یہ فنڈ صرف خیراتی کاموں میں صرف ہوں۔ تو اس کا یہ حل ہے کہ اس فنڈ کی نگرانی شریعہ بورڈ کرتا ہے۔ اس پر بھی فقہاء کرام نے مزید اشکال کیا ہے کہ مالکیہ کے مسلک کو اختیار کرنا خروج عن المذہب ہے جو کہ شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔

ممکنہ جواب

اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ حنفی مسلک میں تو یہ مسئلہ موجود ہی نہیں ہے یعنی نہ جواز کا نہ ہی عدم جواز کا۔ البتہ یہ اصول موجود ہے کہ حاجات عامہ کے تحت خروج عن المذہب کیا جا سکتا ہے۔ اب یہاں حاجات عامہ کا مسئلہ تو موجود ہے۔ کیونکہ اس مسئلے میں تو عام طور پر لوگ مبتلا ہیں۔ سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے ایک چیز کو ناجائز قرار دیا تو ساتھ اس کا متبادل بھی پیش کر دیا۔ تاکہ حاجت کے وقت لوگوں کو مزید مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ جیسے کھجور کے بارے میں آپ ﷺ فرمایا تھا یہ تو صریح سود ہے۔۔ جب حضرت بلال نے فرمایا تھا کہ میں نے دو صاع ردی کھجور دے کے ایک صاع عمدہ کھجور خرید لی'۔ لیکن آپ ﷺ نے ساتھ ہی فوراً حل بھی بتا دیا کہ ان کھجوروں کو کسی چیز کے بدلے بیچ دو پھر جو قیمت حاصل ہو ان سے اچھی کھجوریں خرید لو۔" جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه

وسلم مِنْ أَيْنَ هَذَا قَالَ بِلاَلٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ ذَلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لاَ تَفْعَلْ وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِهِ"[19]

اب دیکھا جائے تو نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے لیکن اب طریقہ کار بدل گیا ہے۔ اور آپ ﷺ نے ایک متبادل دے دیا۔ اگر موجودہ دور میں اس قسم کے مسائل میں لوگوں کو ناجائز امور جنکے بغیر چارہ بھی نہیں کا متبادل نہیں دینگے تو اسلامی بینکاری کے غیر متوازن ہونے اور جدید دور کے تقاضوں سے مطابقت نہ رکھنے کے مسائل پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ اٹھیں گے۔

نتائج

اگر یہ کہا جائے کہ مطلقا اسلامک بینکاری جائز نہیں تو ہم کیسے اپنے اس دعوی کو ثابت کر سکتے ہیں کہ دین اسلام قیامت تک کے لوگوں کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت اسی بات کی شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے جس جس چیز سے منع فرمایا اگر وہ ضروریات دین میں سے تھیں تو آپ ﷺ نے اس کا متبادل بھی ارشاد فرمایا۔ (جیسے سود اور تجارت)۔ متبادل ان چیزوں کا پیش کرنا ضروری ہے جو مقاصد شریعہ کے ہم آہنگ ہیں۔ اگر آج سودی بینکاری کا متبادل دینے سے مسلم فقہاء و سکالر عاجز ہیں تو اس سے دین محمدی کی کاملیت پر حرف آتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ آئندہ دس بیس سالوں میں تو اس سے بھی زیادہ اہم اور نئے مسائل جدت لیے ہوئے درپیش ہوں گے کہ ہر روز نئے نئے مسائل سامنے آتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء متفق ہو کر اس مسئلے کے حل کو قرآن و سنت کی روشنی میں ڈھونڈیں کیونکہ علماء کے آپس کے اختلاف رائے کی وجہ سے عوام الناس کے اذہان و قلوب میں شک وشبہ زیادہ پنپتا ہے ۔اس میں ایک اور پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ فقہاء کرام نے تو اسلامی بینکاری کے طریقہ کار کو واضح انداز میں بیان کر دیا اب بینک ان اصولوں کو اپنانے میں مخلص نظر نہیں آتے۔

سفارشات

1: ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے جید علماء و فقہاء اور ماہرین معاشیات ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلامی بینکاری کے لئے ایسا دستور وضع کریں جس پر کم سے کم اختلاف رائے ہو۔

2: ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے جو پاکستان میں کام کرنے والے سارے بینکوں کی سرپرست اعلی ہو جس کے فیصلوں پر عمل کرنا ہر بینک کے لیے ضروری ہو۔

3: آڈٹ، اکاؤنٹنگ اور رٹینگ کا بہترین انتظام ہو۔

4: اصولوں سے روگردانی اور انحراف برتنے والے بینکوں کو 'اسلامی' کا سابقہ لگانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

5: ہیومن ریسورس کے شعبے کو مضبوط کرنے کے لیے بینک کے عملے کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ ان سے نابلد ہونے کی وجہ سے عملہ نہ تو ان اصطلاحات سے صحیح طور پر واقف ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے روشن رخ کی طرف لوگوں کو مائل کر سکتے ہیں۔

6: پروموشن کے نئے طریقے اپنانا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں میں اس بینکاری سے متعلق آگہی پیدا ہو۔

References

[1] Al-Baqara 2:126

[2] Al-Baqara 2:282

[3] Al-Qasas 28:77

[4] Al- Baqara 2:284

[5] Al- Shura 42:32

[6] Al-Baqara 2:215

[7] Al-Baqara 2:275

[8] Muhammad Ibn Esa Al-Tirmadhī, Al-Sunnan al-Tirmadhī (Beirūt: Dār Ihyā al-Turath al Arabi), Hadith number: 1209.

[9] Celia de Anca, Beyond Tribalism (Palgrave Macmillan,2012),24.

[10] Angelo M. Venardos, Islamic Banking and Finance in South-East Asia: It's Development & Future, (World Scientific Publishing Co. Pte. Ltd, 2006),4.

[11] Amr Mohamed El Tiby, Islamic Banking: How to Manage Risk and Improve Profitability, (John Wiley & Sons, Inc. New Jersey, 2011),18.

[12] Ibrahim Warde, Islamic Finance in the Global Economy (Edinburgh University press,2000),72.

[13] Mondher Bellalah, Omer Masood, Islamic Banking and Finance (Cambridge Scholars Publishing,2013),7.

[14]Cheikh A. Soumare, The Principles of Islamic Banking (2008),67.

[15] Wahba al-Zuhaily, Al-Fiqh al-Islami wa adillatuhu (Dimashq: Dār al-Fikr), 5:360.

[16] Al Qurtabi, Shams-ud-din, Muhammad bin Ahmad, Al-Jame li-Ahkam il-Quran,(Al Qahira:Dar-ul-kutub al misreeya,1964),3: 356

[17] Al Baqara 2:280

[18]Abu Abdullah Muhammad Ibn Ismail Al-Bukhārī, Al-Jāmʿ al-Sahīh al-Bukharī(Cairo: Dār al-shuab,1987), Hadith: 2312.